شاہین سجاد

ناولٹ

محبت کا اثر ہوگا

اُسے حجلہ عروسی میں بیٹھے کافی دیر ہو چکی تھی' بیٹھے بیٹھے اس کی کمر تختہ ہو گئی تھی' انتظار تھا کہ ختم ہو کے نہ دے رہا تھا' اس نے آہستگی سے کمر سیدھی کی اور کمرے پر ایک نظر ڈالی' کمرہ بہت سادگی سے سجایا گیا تھا' ابھی وہ کمرے کا جائزہ لے رہی تھی کہ باہر قدموں کی چاپ سنائی دی' وہ سنبھل کر بیٹھ گئی' دروازہ آہستہ سے کھلا اور کوئی چلتا ہوا عین بیڈ کے سامنے آ کھڑا ہوا' اُسے اپنے دل کی دھک دھک کانوں میں سنائی دے رہی تھی' وہ آہستہ سے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

''دیکھیے محترمہ! میں لگی لپٹی رکھنے کا قائل نہیں ہوں' میں صاف صاف بات کرنا پسند کرتا ہوں اور میں آپ کو بھی کسی غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا''۔ ارسلان نقوی کی آواز پر اس نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

''یہ شادی ماں جی کی ضد کا نتیجہ ہے' میں اپنی لائف سے بے حد مطمئن ہوں' میرا خیال ہے کہ انسان ایک ہی بار شادی کرتا ہے اور وہ میں مائرہ سے کر چکا ہوں' میں نہ کل مائرہ کے تصور سے باہر نکلا تھا نہ آج اس کے خیالوں سے خود کو آزاد پاتا ہوں''۔ اس نے بڑی سفاکی سے ہر حقیقت کو بے نقاب کیا اور اریشہ خان بُت بنی اس کی باتوں کو سنے جا رہی تھی' اس کے پلے تو خاک بھی نہ پڑا تھا۔

''تم سوچ رہی ہو گی کہ اگر مجھے اس شادی سے دلچسپی نہیں تھی تو پھر میں نے شادی کیوں کی' تو اس کی وجہ ہیں یہ دونوں''۔ اس نے اٹھ کر دو پیارے پیارے معصوم بچوں کو اس کے سامنے کیا جنہیں وہ حیرت کی زیادتی کی بنا پر دیکھ نہ پائی تھی' وہ دونوں ٹکر ٹکر اس کی صورت تک رہے تھے۔

''ماں جی کے خیال میں ان بچوں کو ماں کی ضرورت ہے اور انہی کی خاطر انہوں نے مجھے اپنی قسم دے کر شادی کے لئے مجبور کیا ہے''۔

''پاپا! یہ ہماری مما ہیں نا' بالکل اصلی والی؟'' بچوں کے لہجے میں ایک یاس بھری تڑپ تھی۔

''ہاں بیٹا! یہ آپ کی مما ہیں اور آج سے یہ آپ کے کمرے میں آپ کے ساتھ رہیں گی''۔ اس بات نے اریشہ کو ایک اور جھٹکا دیا۔

''چلیئے! میں آپ کو آپ کا کمرہ دکھا دوں''۔ ارسلان کے کہنے کی دیر تھی' اریشہ فوراً سے بیشتر بیڈ سے اتر آئی۔

''ایک بات اور یاد رکھیے گا اریشہ خان! میں اپنے بچوں سے بہت پیار کرتا ہوں اور ان کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا''۔ وہ بچوں کو لے کر چل پڑا تو وہ بھی آہستہ آہستہ قدموں سے ان کے پیچھے چل پڑی' بچوں کو کمرے میں بٹھا کر وہ خاموشی سے نکل گیا' اب وہ کمرے کے بیچوں بیچ کھڑی تھی' بھاری کپڑوں اور زیورات سے اب اُلجھن محسوس ہو رہی تھی' جس کے لیے تیاری کی تھی وہ تو ایک نگاہ غلط ڈالنا بھی گوارا نہ کر سکا' بچے البتہ بہت اشتیاق سے اُسے دیکھے جا رہے تھے۔

''مما! آپ کھڑی کیوں ہیں' یہاں ہمارے پاس آ جائیں نا''۔ بڑے بچے نے اسے یوں کھڑا دیکھا تو کہہ دیا' وہ آہستہ آہستہ چلتی بیڈ تک آئی اور ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ بچے بہت پیارے اور سلجھے ہوئے تھے' اس نے بے اختیار دونوں کو پیار کیا۔

''سب سے پہلے تو بیٹا اپنا تعارف کروائیں''۔ اس نے دونوں سے کہا۔

''مما! میں عفان ہوں' میں کے جی ون میں پڑھتا ہوں اور یہ عالیان یہ نرسری میں پڑھتا ہے''۔ عفان نے بالکل سنجیدہ انداز میں یوں تعارف کروایا کہ اسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

''میں اریشہ خان ہوں' میں پڑھتی نہیں ہوں اور اب میں آپ کی مما ہوں''۔ اریشہ نے بھی اس کے اسٹائل میں اپنا تعارف کروایا تو دونوں بچے مسکرا دیے۔

اس نے کچھ دیر تو بچوں سے باتیں کیں مگر جلد ہی بچے نیند سے بے حال ہو گئے' اس نے دونوں بچوں کو سلا دیا' بچوں کے سونے کے بعد اس نے اٹھ کر اپنے کپڑے تلاش کیے اور کمرے میں رکھے سوٹ کیس پر نظر پڑتے ہی

وہ جلدی سے اُٹھی اور اس میں سے ایک سادہ سا سوٹ نکال کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی' کافی دیر تک شاور لینے کے بعد کچھ سکون محسوس ہوا تو باہر نکلی' نماز پڑھی اور کافی دیر تک دعائیں مانگتی رہی' نماز پڑھنے سے دل کو سکون ملا' جائے نماز رکھنے کے بعد وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گئی' نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

''ارسلان نقوی! تمہیں اپنے بچوں کے لئے آیا کی ضرورت تھی اور شاید مجھے بھی سر چھپانے کے لئے ایک چھت کی ضرورت تھی' یوں ہم نے ایک دوسرے کی ضرورتوں کو پورا کیا ہے''۔ وہ سوچوں کے جال میں اُلجھی ہوئی تھی۔

''ارسلان نقوی! تم کیا جانو اریشہ خان کی زندگی کے بارے میں' زندگی سے مجھے آج تک کچھ نہ ملا' تم تو پھر ان اپنوں سے بہتر ہو جو میری جھولی میں یہ دو معصوم فرشتے ڈال دیئے ہیں' جن کے طفیل زیست کا سفر کاٹنا مشکل نہ ہو شاید''۔ اریشہ سوچتے سوچتے نیند کی وادیوں میں داخل ہو گئی' افنان اور عالیان اس کے دائیں بائیں سکون کی نیند سو رہے تھے۔

............☆............

احمد علی خان کی لاڈلی بیٹی تھی اریشہ خان اور سعد علی خان کی لاڈلی بہن' احمد علی خان اپنی بیٹی سے بہت پیار کرتے تھے اور اس کی ہر خواہش پوری کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے' زبیدہ علی خان بھی اریشہ سے بہت پیار کرتی تھیں' اریشہ کی اپنے بھائی میں جان تھی اور سعد علی خان بھی اس پر جان چھڑکتا تھا' اریشہ نے بہت چاؤ سے سعد کی شادی کروائی تھی اور نازک سی حرا کو بھابی کے روپ میں دیکھ کر وہ خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی' غرض وہ اپنے اس چھوٹے مگر مکمل خاندان کے ساتھ بہت پُرسکون زندگی گزار رہی تھی' سارا دن چھوٹی چھوٹی شرارتیں کر کے سب کا دل خوش کرتی' مگر اسے کیا خبر تھی کہ تقدیر اس کے ساتھ ایسا مذاق کرے گی کہ وہ ہنسنا تو درکنار مسکرانا بھی بھول جائے گی۔

احمد علی خان اور زبیدہ علی خان حج پر روانہ ہوئے اور کون جانتا تھا کہ یہ سفر ان کا ملک عدم کا سفر ثابت ہو گا' پلین کے حادثے میں دونوں ہی اس کی دنیا اندھیر کر گئے' کئی کئی دن تو وہ بولائی بولائی پھرتی رہی' سعد ہر ممکن اس کا خیال رکھتا' شروع شروع میں حرا نے بھی اس کی دلجوئی کی مگر کب تک' آہستہ آہستہ اس نے اچھائی کا لبادہ اُتار پھینکا' سعد کی موجودگی میں تو لحاظ کرتی مگر اس کی غیر موجودگی میں اس کا جینا دو بھر کر دیتی۔

اریشہ کے لیے یہ سچویشن بہت تکلیف دہ تھی' اب تو سعد بھی اس کی طرف سے لاپرواہ رہنے لگا تھا' یہ حالات اریشہ جیسی نازک لڑکی کے لئے بہت تکلیف دہ تھے' ابھی وہ بی اے کے پیپرز سے فارغ ہوئی ہی تھی کہ اس نے سنا کہ اس کے رشتے کے لئے چند خواتین آئی تھیں' وہ ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی اور اسے بتانے کا ارادہ تو شاید کسی کا تھا بھی نہیں' رات وہ چائے دینے بھائی کے کمرے کی طرف آئی کہ اپنا نام سن کر رُک گئی۔

''دیکھو حرا! ارسلان میں کوئی خامی تو نہیں لیکن میرا خیال ہے ہمیں ایک بار اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے' یہ فیصلے اتنی جلد بازی میں نہیں کرنے چاہئیں''۔ سعد نے دبی زبان میں کہا۔

''میرا نہیں خیال کہ مزید سوچنے کی کوئی ضرورت ہے' آج کل اچھے رشتے ملنا آسان تھوڑی ہے اور پھر یہ بھی دیکھیں نا کہ وہ لوگ جہیز کے نام پر پھوٹی کوڑی بھی نہیں لے رہے' ایسے وقت میں جب لوگ لاکھوں کا جہیز مانگ رہے ہیں ایسا رشتہ ملنا امداد غیبی ہے اور یوں بھی کون سا ابو جی اریشہ کے لئے لاکھوں چھوڑ گئے ہیں' اب اس تنخواہ میں ہم گھر چلائیں یا لاکھوں کا جہیز بنائیں' بس اب آپ مزید سوچنے میں وقت ضائع مت کریں اور انہیں فائنل ڈیٹ دے دیں''۔ حرا نے انہیں قائل کرنے کی کوشش کی اور وہ بھی قائل ہو گئے' اریشہ تھکے تھکے قدموں سے واپس اپنے کمرے میں چلی آئی۔

اس کی زندگی کا فیصلہ اور اس سے پوچھنے کی زحمت بھی کسی نے نہیں کی' وہ ماں باپ کو یاد کر کے رو پڑی' اپنے

ماں جائے کی بے حسی اسے رُلائے دے رہی تھی' پھر اس نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور حالات اسے آج ارسلان نقوی کے در پر لے آئے تھے جہاں اگرچہ ارسلان نقوی نے اسے دل سے خوش آمدید نہیں کہا مگر بچوں نے اس کی آمد پر بہت خوشی کا اظہار کیا تھا اور اس کے لئے یہی بہت تھا کہ اس بے مہر دنیا میں کوئی تو اس کی ذات سے خوشی محسوس کر رہا ہے چاہے وہ یہ دو معصوم بچے ہی ہوں۔

''السلام علیکم!'' ارسلان نے ڈائننگ روم میں قدم رکھتے ہی سلام کیا۔

''وعلیکم السلام!'' ماں جی نے سلام کا جواب دیا۔

''گڈ مارننگ پاپا!'' افنان اور عالیان لپک کر اُن کی طرف آئے' انہوں نے بھی دونوں کو اپنی بانہوں میں اُٹھا لیا اور دونوں کو پیار کیا۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اریشہ پر ڈالی جو سر جھکائے بیٹھی تھی' کہیں سے بھی تو نہیں لگتا تھا کہ وہ نئی نویلی دلہن ہے۔

''تم کہیں جا رہے ہو؟'' ماں جی نے اسے یوں تیار دیکھا تو پوچھ بیٹھیں۔

''جی ماں جی! میں روزانہ اس وقت آفس جاتا ہوں اور آج اتوار کا دن بھی نہیں ہے غالباً''۔ اس نے جتاتے ہوئے انداز میں کہا۔

''مگر بیٹا! آج اگر تم آفس نہیں جاؤ گے تو کیا فرق پڑ جائے گا''۔

''سوری ماں جی! آپ جانتی ہیں میں بلاوجہ آفس سے چھٹی نہیں کرتا''۔ اس کا انداز دو ٹوک تھا۔

''مگر بیٹا! تم آج تو کم از کم رُک جاتے''۔ ماں جی نے دھیمے لہجے میں اصرار کیا۔

''پلیز ماں جی! لِلّٰہ الحمد میں نے آپ کے اصرار پر یہ سب کیا ہے' مگر اس سے زیادہ کی اُمید مجھ سے مت رکھیے گا''۔ بڑے تلخ انداز میں کہتے ہوئے اُٹھے اور ناشتہ کیے بغیر چلے گئے' ماں جی تاسف سے دیکھتی رہ گئیں اور ایک گہری سانس لے کر اریشہ کی جانب دیکھا جو اس سارے قصے سے خود کو یکسر لاتعلق بنائے ہوئے تھی۔

''تم مائنڈ مت کرنا بیٹا! وہ ابھی ذہنی طور پر اس تبدیلی کو قبول نہیں کر پا رہا' مگر مجھے امید ہے وہ زیادہ دن تم سے منہ نہیں موڑ سکے گا''۔ ماں جی نے اریشہ سے زیادہ شاید خود کو تسلی دی' اریشہ کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

☆..........

''مما! آج ہم اسکول نہیں جائیں گے''۔ افنان اور عالیان نے اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا' اس نے بے ساختہ دونوں کو پیار کیا۔

''ارے وہ کیوں بھئی؟'' اس نے دلچسپی سے دونوں کو دیکھا۔

''آج ہم صرف آپ کو کمپنی دیں گے' آپ سے ڈھیر ساری باتیں کریں گے' آپ کو اپنے ٹوائز دکھائیں گے تاکہ آپ بور نہ ہوں''۔ افنان نے بڑے سنجیدہ انداز میں کہا تو اریشہ ہنس دی۔ (جس کو احساس کرنا چاہیے اسے کوئی پرواہ نہیں اور یہ بچے کتنا خیال کر رہے ہیں میرا)

''اور مما! میں بھی آپ کو اپنا بھالو دکھاؤں گا''۔ عالیان بھلا کیوں پیچھے رہتا۔

''واہ بھئی' تم لوگوں کے پاس تو اتنے ڈھیر سارے کھلونے ہیں' اور یہ عالی کا بھالو تو بالکل عالی کے جیسا ہے''۔ اس نے پیار سے عالیان کے گال پر چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

''مما! ہم اپنے دوستوں سے آپ کو ملوائیں گے' اب تو ہماری بھی مما ہیں اور پتہ ہے ہماری مما سب سے پیاری ہیں''۔ بچے اپنی محرومیوں کو اس کی ذات سے دور کر رہے تھے اور اریشہ نے بھی ان معصوم بچوں کے دل کا خیال رکھا۔

''بالکل ہم آپ کے سارے دوستوں سے ملیں گے' کیوں ٹھیک ہے نا؟''

''بالکل ٹھیک مما جانو!'' دونوں اس کے گلے میں جھول گئے اور ان معصوموں کی شرارتوں میں وہ اپنا دُکھ بھولنے لگی تھی۔

☆..........

ارسلان نقوی اپنی اسٹڈی میں بیٹھے کسی فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھے' دفعتاً ہلکی سی دستک کے بعد ماں جی اندر داخل ہوئیں' ارسلان ان کو اس وقت اسٹڈی میں دیکھ کر چونک گئے۔

''کوئی کام تھا تو مجھے بلوا لیا ہوتا ماں جی! آپ نے کیوں زحمت کی''۔ ارسلان نے اُٹھ کر ماں جی کو شانوں سے تھام کر صوفے پر بٹھایا اور خود ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔

''جب بچے بڑے اور خودسر ہو جائیں تو ماں باپ کو اُن تک چل کر آنا پڑتا ہے بیٹا!'' ماں جی کی آواز میں برسوں کی تھکن تھی۔

''میں سمجھا نہیں ماں جی! آپ کہنا کیا چاہتی ہیں''۔ ارسلان کو اُلجھن ہوئی اس انداز پر۔

''دیکھو بیٹا! جب تم نے اس معصوم کو میرے کہنے پر اپنی زندگی میں شامل کر ہی لیا ہے' تو اب اس کے ساتھ یہ سلوک جائز نہیں' تم نے تو اسے اپنے کمرے تک میں نہیں رکھا' یہ زیادتی ہے بیٹا''۔ ماں جی نے بڑے نپے تلے انداز میں اس کی زیادتی کا احساس دلایا۔ ارسلان کے ماتھے پر ناگواری کی لکیریں اُبھر آئیں۔

''میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا ماں جی کہ میں یہ سب نہیں کرنا چاہتا' میں آج تک مائرہ کو نہیں بھول سکا' پھر میں اس کو کیسے کچھ دے سکتا ہوں' پلیز ماں جی میں مجبور ہوں' گستاخی معاف مگر میں آپ کی یہ بات نہیں مان سکتا''۔ ارسلان کے انداز میں بے چارگی نمایاں تھی۔

ماں جی نے ایک تھکی ہوئی نظر ان پر ڈالی اور بغیر کچھ کہے آہستہ سے اُٹھیں اور دھیرے سے چلی گئیں' ان کے جانے کے بعد ارسلان وہیں صوفے کی بیک پر سر رکھے بیٹھا رہا۔

''ماں جی! میں کیسے اُس لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کر لوں' میں مائرہ سے بے وفائی نہیں کر سکتا' شادی دو جسموں کا نہیں دو روحوں کا ملاپ ہے اور میری روح کا ملاپ مائرہ سے ہو چکا ہے' اب کسی اور کی بالکل گنجائش نہیں''۔

☆..........

''مما! میں نوڈلز کھاؤں گا آپ کے ہاتھ کے بنے''۔ افنان نے اریشہ سے فرمائش کی۔

''اوکے بیٹا! ہم ابھی اپنے بیٹے کے لئے نوڈلز بناتے ہیں اور عالیان آپ کیا کھاؤ گے جانو؟'' اس نے عالیان کے پھولے پھولے گالوں کو چومتے ہوئے پوچھا۔

''میں بھی نوڈلز کھاؤں گا مما!'' عالیان نے بھی نوڈلز کی فرمائش کی۔ اریشہ دونوں کو لے کر کچن میں آ گئی' دونوں کو چیئر پر بٹھایا اور خود ان کے لئے نوڈلز بنانے لگی۔

''مما! آپ کو نوڈلز بنانے آتے ہیں نا؟ بخشو بابا بالکل بھی اچھے نوڈلز نہیں بناتے''۔ افنان نے بخشو بابا کی شکایت لگائی۔

''جناب! ہم آج آپ کو ایسے نوڈلز کھلائیں گے کہ بخشو بابا کے ہاتھ کے بنے نوڈلز بھول جائیں گے''۔ اریشہ نے تفاخر سے کہا۔

''اچھا جی! آپ کی مما کیا آ گئیں اب میرے بنے ہوئے کھانوں میں برائیاں نظر آ رہی ہیں' پہلے تو بہت فرمائشیں کر کر کے بنواتے تھے''۔ بخشو بابا نے آنکھیں نکالیں تو اریشہ ہنس پڑی۔

''مجبوری تھی نا بخشو بابا! دادو بھی تو نہیں بنا سکتی تھیں نا''۔ افنان نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں' اور ان کی شرارت پر اریشہ کے ساتھ بخشو بابا بھی ہنس پڑے۔ اریشہ نے جھٹ پٹ نوڈلز بنائے اور باؤل میں نکال کر ان دونوں کے برابر آ گئی اور پھر بڑے پیار سے دونوں کو نوڈلز کھلانے لگی' بچے بھی اس کے ہاتھوں سے کھانا کھا کر خوش ہوتے رہے۔

☆..........

اریشہ' ارسلان نقوی کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی' وہ ان کی غیر موجودگی میں آ کر کمرے کی صفائی کر دیتی تھی' آج بھی صفائی کرنے کے بعد اس نے ارسلان نقوی کا

وارڈ روب درست کیا' ہر چیز اپنے ٹھکانے پر رکھی اور پھر نظر دفعتاً بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑی' جہاں ارسلان نقوی اور مائرہ نقوی کی تصویر رکھی تھی' تصویر میں مائرہ نقوی دلہن بنی ہوئی تھی اور ارسلان اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا' اریشہ کو بے ساختہ مائرہ سے جلن محسوس ہونے لگی ابھی وہ تصویر رکھ بھی نہ پائی تھی کہ دھاڑ سے کمرے کا دروازہ کھلا اور ارسلان نقوی تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے' تصویر اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی۔

''تم...... تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر ارسلان کی تیوریوں پر بل پڑے۔

''وہ مم...... میں...... یہاں کی صفائی کر رہی تھی''۔ اریشہ کا تو سانس سینے میں اٹکنے لگا تھا' اسے توقع نہیں تھی کہ وہ بے وقت گھر آجائیں گے۔

''میں نے آپ سے شاید کہا تھا کہ میں اپنے کمرے میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتا' صفائی کے لئے میں نے ملازمہ رکھی ہوئی ہے' پھر آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی' شاید آپ ان خدمت گزاریوں سے میرا دل جیتنے کی کوشش کر رہی ہیں''۔ اس کا لہجہ اہانت آمیز تھا' مارے بے بسی کے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

''ناؤ یو لیسن گو اور آئندہ آپ کو یہاں آنے کی ضرورت نہیں' ڈو یو انڈر اسٹینڈ؟'' اس نے سخت لہجے میں وارن کرتے ہوئے کہا اور اریشہ اتنی تیزی سے باہر نکلی گویا ایک پل کو رکی تو جل کر راکھ ہو جائے گی۔ اپنے کمرے میں آکر وہ بیڈ پر بیٹھ گئی' رہ رہ کر ارسلان کا اہانت آمیز لہجہ دل میں چھید کیے جا رہا تھا۔

''کیا قصور ہے میرا ارسلان! جو آپ مجھ سے یہ سلوک کر رہے ہو' میں اپنی مرضی سے تو آپ کی زندگی میں شامل نہیں ہوئی' جس طرح آپ نے ماں جی کے مجبور کرنے پر شادی کی ہے' اسی طرح میں بھی اپنے بھائی کے آگے مجبور تھی' پھر آپ مجھ سے کس جنم کا بدلہ لے رہے ہیں''۔ وہ سوچے جا رہی تھی اور روئے جا رہی تھی۔

☆

ماں جی نے ارسلان کو اپنے کمرے میں بلایا تھا' وہ چینج کر کے ان کے کمرے میں چلا آیا۔

''السلام علیکم ماں جی! آپ نے یاد کیا تھا' خیریت تو ہے نا؟'' ارسلان نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔

''دھیرج بیٹا! آرام سے بیٹھ کر میری بات سنو''۔ ماں جی نے بیڈ پر اس کے لیے جگہ بنائی' ارسلان ان کے پاس بیٹھ گیا۔

''دیکھو بیٹا! میں کل عمرے کے لئے جا رہی ہوں اور ارادہ بھی ہے کہ حج کر کے ہی واپس آؤں گی''۔ ماں جی نے بات کی تمہید باندھی۔

''جی ماں جی' میں جانتا ہوں یہ سب''۔ ارسلان کو اس تمہید سے اُلجھن ہوئی۔

''بیٹا! میں چاہتی ہوں کہ میری غیر موجودگی میں تم گھر پر توجہ دیا کرو' یہ ٹھیک ہے کہ تم اس شادی کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں تھے' مگر بیٹا تم یہ بھی تو دیکھو کہ اریشہ نے کس خوبی سے تمہارے بچوں کو سنبھالا ہوا ہے' تمہاری بے رُخی کے باوجود وہ تمہارے بچوں کو سگی ماں سے بڑھ کر پیار کرتی ہے' بیٹا جانی مرے ہوئے کے ساتھ مرا نہیں جاتا' زندہ لوگوں کا حق مرے ہوؤں سے زیادہ ہوتا ہے''۔ ماں جی دھیرے دھیرے اسے سمجھا رہی تھیں اور ارسلان نقوی کے ماتھے کی شکنوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔

''آپ اپنی بات کہہ چکیں ماں جی یا کچھ اور کہنا باقی ہے؟'' ارسلان کا لہجہ اگرچہ دھیما تھا مگر انداز بہت سخت اور دو ٹوک تھا۔

''ٹھیک ہے بیٹا! تمہاری مرضی' بچے بڑے ہو جائیں تو ماں باپ صرف سمجھا سکتے ہیں زبردستی تو نہیں کر سکتے''۔ ماں جی کے اندر دکھ ہی دکھ جمع ہو رہا تھا۔

''اوکے ماں جی! آپ آرام کریں مجھے کچھ کام کرنا ہے''۔ ارسلان ان سے اجازت لے کر اپنے کمرے میں چلا گیا اور ماں جی کچھ دیر تو بیٹھی کچھ سوچتی رہیں اور پھر دھیرے سے اُٹھیں اور اریشہ کے کمرے کی طرف چل دیں۔ ہلکی سی دستک کے بعد ماں جی نے دروازہ کھولا تو اریشہ ماں جی کو دیکھ کر چونک اُٹھی اور فوراً اپنی جگہ سے اُٹھی' دونوں بچے سو رہے تھے' اریشہ نے ماں جی کا ہاتھ پکڑا اور انہیں بیڈ پر آرام سے بٹھا دیا' خود نیچے قالین پر ان کے قدموں میں بیٹھ گئی اور سر اُن کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔

''آپ نے مجھے بلوا لیا ہوتا ماں جی!'' اریشہ نے ماں جی کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا' اسے ماں جی میں اپنی ماں کا عکس دکھائی دیتا تھا' وہ تھیں بھی تو بہت شفیق اور پیار کرنے والی۔ ماں جی نے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور کچھ دیر تک کچھ سوچتی رہیں اور پھر گفتگو کا آغاز کیا۔

''اریشہ بیٹا! میں تم سے بہت شرمندہ ہوں' میرا خیال تھا ارسلان وقتی طور پر شادی سے انکاری ہے' بعد میں تمہیں دیکھے گا تو خود بخود تمہاری طرف مائل ہو جائے گا' مگر بیٹا میرا خیال غلط ثابت ہو گیا' میں تم سے شرمندہ ہوں بیٹا''۔ ماں جی کی ندامت بھری آواز پر اریشہ تڑپ اُٹھی' ماں جی میں تو اسے اپنی ماں کا عکس دکھائی دیتا تھا پھر بھلا وہ اپنی ماں کو کیونکر شرمندہ ہونے دیتی۔

''نہیں ماں جی! ایسا نہ کہیں' میرے لیے آپ کی اور افنان اور عالیان کی محبت ہی کافی ہے' بہت زیادہ کی ہوس مجھے کبھی نہیں رہی' اور ماں جی دکھ تو وہاں ہوتا ہے جہاں آپ نے اُمیدیں باندھی ہوں' جہاں کوئی اُمید ہی نہ ہو وہاں دکھ کیسا؟ میں نے اُن سے محبت کی طلب نہیں رکھی' اس لئے مجھے دکھ بھی نہیں ہوتا اور پھر شاید وہ بھی اپنے رویے کے لئے حق بجانب ہیں' محبت زبردستی کا سودا تو نہیں ہوتا''۔ وہ بڑے رسان سے ماں جی کو بہلا رہی تھی۔

''میں تمہارے لیے دعا کروں گی بیٹا! اللہ پاک اس پاک جگہ کے طفیل ہی میری دعا کو قبولیت کے درجے تک پہنچا دے' انشاءاللہ بیٹا وہ تمہاری طرف ضرور لوٹے گا' اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں' وہ اپنے بندوں کو کبھی بھی ان کی برداشت سے زیادہ نہیں آزماتا' بیٹا جی اگر وہ تمہاری طرف لوٹے تو اسے معاف کر دینا' تم اپنے ظرف کو بڑا رکھنا کیونکہ عورت کا ظرف تو ہمیشہ بڑا رہتا ہے' عورت کا تو خمیر ہی نرم مٹی سے بنا ہے''۔ ماں جی نے پیار سے اسے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''ایک بات ہے ماں جی! آپ اتنے سارے دنوں کے لئے جا رہی ہیں' ہم آپ کو بہت مس کریں گے''۔ اریشہ نے ان کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے پیار سے کہا۔

''میں تم لوگوں سے دور کہاں جا رہی ہوں' تم لوگ میرے دل میں ہو اور میں وہاں تم سب لوگوں کے لئے ہی تو دعا کرتی رہوں گی' چلو اب سو جاؤ رات بہت ہو گئی ہے''۔ ماں جی نے اس کا ماتھا چوم کر اسے دعائیں دیں اور اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

☆

ماں جی کے جانے سے گھر ایک دم سونا سونا لگنے لگا' اریشہ تو حقیقتاً بوکھلا کر رہ گئی تھی' کام بھی تو کرنے کو کچھ نہ تھا' ہر کام کو کرنے کے لئے نوکر موجود تھے' بچے اسکول چلے جاتے تھے اور وہ گھر میں بولائی بولائی پھرتی' آج اس نے سوچا کیوں نہ بوریت دور کرنے کے لئے کوئی کتاب ہی پڑھ لی جائے' تو اس نے اسٹڈی روم کا رُخ کیا' اندر آکر بکس کا جائزہ لیا تو سحر زدہ رہ گئی' چاروں طرف بکس ہی بکس تھیں' اس نے مختلف ریکس کا جائزہ لیا اور خوشگوار حیرت میں گھر گئی' ارسلان جیسے خشک سر د بندے سے اس کو اتنے اچھے ادبی ذوق کی توقع نہیں تھی' کتابوں کی دیوانی اریشہ کا یہاں سے جانے کو دل ہی نہ چاہا' اس نے فیض احمد فیض کی کتاب اُٹھائی اور وہیں صوفے پر ٹانگیں پسار کر پڑھنے بیٹھ گئی اور پڑھتے پڑھتے کب وہ نیند کی وادی میں داخل ہوئی اسے بالکل خبر نہ ہوئی۔

ارسلان اسٹڈی روم کا دروازہ کھول کر اندر آیا تو وہیں بت بنا رہ گیا' وہ بڑے مزے سے صوفے پر سو رہی تھی' ایک ہاتھ نیچے لٹک رہا تھا' کتاب سینے پر دھری تھی اور وہ مزے سے محو استراحت تھی' ایک لمحے کو تو ارسلان کا دل بڑی زور سے دھڑکا' سوتے ہوئے وہ بہت معصوم لگ

ربو فی اور اس کے چہرے پر سوتے میں ہلکی مسکراہٹ نے اسے مزید خوبصورتی دے دی تھی چند لمحوں کے لئے وہ وہاں کھڑا ایک ٹک اسے دیکھتا رہا اور پھر کوئی آواز پیدا کیے بنا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

☆

"محبت کا اثر ہو گا غلط فہمی میں مت رہنا
وہ بدلے گا چلن اپنا غلط فہمی میں مت رہنا"

"آپ کہتی ہیں ماں جی! وہ میری طرف لوٹ آئے گا‘ مگر مجھے ایسا نہیں لگتا کہ وہ کبھی میری طرف دیکھے گا میں نے آپ سے تو کہہ دیا تھا کہ مجھے ان کی بے رخی دکھ نہیں دیتی کیونکہ میں نے اُن سے کوئی توقع نہیں رکھی‘ میں نے سچ ہی تو کہا تھا کیونکہ میں نے واقعی ایسی کوئی توقع نہیں رکھی‘ مگر ماں جی میں کیا کروں میرا دل ساری احتیاطیں بالائے طاق رکھ کر اس سنگدل شخص کی طرف مائل ہو چکا ہے‘ وہ میری طلب نہیں تھا ماں جی مگر وہ شخص کب میرے دل کی طلب بنا مجھے خبر ہی نہ ہوئی"۔ وہ دل ہی دل میں ماں جی سے مخاطب تھی‘ ابھی وہ سوچوں کے اس سفر میں جانے کہاں تک پہنچتی کہ دفعتاً دھڑام کی آواز آئی اور پھر ایک چیخ بلند ہوئی اور وہ حواس باختہ سی باہر کو دوڑی اور حق دق رہ گئی۔ افنان سیڑھیوں کے پاس خون میں لت پت پڑا تھا‘ اسی اثناء میں ارسلان افنان تک پہنچ چکا تھا اور دونوں ہاتھوں میں اسے اٹھائے گاڑی کی طرف دوڑا۔ اریشہ بھی شاک سے نکلی اور تیر کی طرح ان کی طرف دوڑی اور اس کے ساتھ گاڑی میں جا بیٹھی‘ اریشہ نے افنان کو ارسلان کی گود سے لے لیا اور وہ ہونٹ بھینچے گاڑی کو تیزی سے اسپتال کی طرف دوڑا رہا تھا۔

اسپتال پہنچ کر وہ تیزی سے گاڑی سے نکلا اور افنان کو بازوؤں میں اٹھا کر دوڑتا ہوا ایمرجنسی تک پہنچا‘ ایمرجنسی میں موجود ڈاکٹرز فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئے اور تاخیر کیے بنا اسے فوراً آپریشن تھیٹر میں منتقل کر دیا گیا۔

ارسلان بڑی بے قراری سے باہر گیلری میں ٹہل رہا تھا‘ اس کی نظریں مسلسل آپریشن تھیٹر کی طرف لگی ہوئی تھیں جبکہ اریشہ بنچ پر بیٹھی زاروقطار رو رہی تھی‘ اس کی آنکھیں بند تھیں اور ہونٹ ہل رہے تھے‘ وہ زیر لب قرآنی آیات کا ورد کر رہی تھی‘ دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا‘ ارسلان چلتے چلتے ایک نظر اس پر بھی ڈال دیتا‘ ایک گھنٹے کے صبر آزما انتظار کے بعد آپریشن روم کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر عارف باہر نکلے‘ ارسلان بڑی بے قراری سے ان کی طرف بڑھا۔

"میرا بیٹا کیسا ہے ڈاکٹر؟" اس کے لہجے میں بے چینی اور اندیشے تھے۔

"ہی از آؤٹ آف ڈینجر ناؤ‘ تھوڑی دیر میں اسے روم میں شفٹ کر دیا جائے گا"۔ ڈاکٹر عارف نے پیشہ ورانہ انداز میں تسلی دی تو ارسلان کی جان میں جان آئی‘ اریشہ نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا۔

تھوڑی دیر بعد افنان کو روم میں شفٹ کر دیا گیا‘ اریشہ اس کے سرہانے بیٹھی اسے بار بار چوم رہی تھی‘ کبھی اس کے ہاتھوں کو چومتی کبھی ماتھے پر پیار کرتی‘ ساتھ ساتھ روئے بھی جا رہی تھی‘ ارسلان خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا‘ افنان سے اس کا رونا برداشت نہیں ہوا۔

"مما پلیز! بس کریں ناں‘ دیکھیے میں بالکل ٹھیک ہوں‘ آپ کے رونے سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے"۔ سات سالہ افنان اسے چپ کراتا اپنی عمر سے بڑا لگ رہا تھا‘ ارسلان کو اس پر بے ساختہ پیار آیا۔

"آج سے تمہارا اکیلا کودنا اور بھاگنا دوڑنا بالکل بند اور کرکٹ تو بالکل نہیں کھیلو گے‘ سائیکل بھی نہیں چلاؤ گے"۔ اریشہ نے فوراً رعب بھرے انداز میں احکامات جاری کیے‘ افنان منہ بسور کر رہ گیا‘ ارسلان بھی منہ پھیر کر مسکرا دیا۔

☆

افنان کو گھر لانے کے بعد تو اریشہ گویا اس کی پٹی سے لگ کر بیٹھ گئی‘ وہ اس کے لیے خود پرہیزی کھانا بناتی اور اپنے ہاتھ سے اسے کھلاتی‘ افنان بھی اسے اپنے پاس سے ہلنے نہیں دیتا تھا‘ کبھی نوڈلز کی فرمائش کرتا اور کبھی کسٹرڈ کی

اور اریشہ فوراً اس کی فرمائش پر مطلوبہ چیز تیار کر کے لاتی۔

ارسلان خاموشی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا‘ اب تو اس کا دل بھی کچھ کچھ پگھل رہا تھا‘ مگر ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا‘ ایک طرف مائرہ تھی جو دنیا میں نہ ہوتے ہوئے بھی اس کے دل و نظر میں تھی اور دوسری طرف اریشہ تھی جو چلتی پھرتی اس کے سامنے تھی‘ مگر شاید ابھی دل تک مکمل رسائی حاصل نہیں کر پائی تھی‘ تاہم بچوں کے لئے اس کا پیار دیکھ کر ارسلان بھی متاثر ہوا تھا‘ اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا مگر شاید ابھی وقت نہیں آیا تھا کہ وہ پورے طور پر اس کی حیثیت کو تسلیم کرتا۔

☆

ارسلان تیز رفتاری سے گاڑی دوڑاتے ہوئے گھر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا‘ مگر خراب موسم اس کی ہر کوشش کو ناکام بنا رہا تھا‘ تیز ہواؤں کے ساتھ موسلا دھار بارش نے حقیقتاً اس کے ہوش اُڑا دیے تھے‘ آج وہ بہت لیٹ ہو گیا تھا‘ زوار جو اس کا کافی پرانا دوست تھا اور دونوں ملے بھی بہت عرصے کے بعد تھے‘ اس کے ساتھ باتوں میں وقت گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا اور اب اسے اپنی غلطی کا اندازہ ہو رہا تھا‘ موبائل فون بھی کام نہیں کر رہا تھا‘ اسے اریشہ اور بچوں کی بھی فکر لاحق تھی‘ 20 منٹ کا راستہ بمشکل تمام 40 منٹ میں طے کر کے وہ گھر پہنچا تو پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا‘ آندھی کے ساتھ علاقے کی بجلی بھی چلی گئی تھی‘ چوکیدار بارش کی وجہ سے گیٹ کے ساتھ بنے کمرے میں دبک کر بیٹھا ہوا تھا‘ اس نے موبائل کی لائٹ آن کی اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اندر آیا‘ اسی اثناء میں لائٹ بھی آ گئی تھی‘ وہ فوراً بچوں کے کمرے کی طرف بڑھا‘ کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ دونوں بچے بے خبر سو رہے ہیں اور اریشہ گھٹنوں میں سر دیے بُری طرح رونے میں مصروف تھی‘ اسے دیکھا تو تیر کی طرح اٹھی اور چھوٹے بچے کی طرح اس کے سینے سے آ لگی اور دھواں دھار رونا شروع کر دیا‘ ارسلان اس ناگہانی کے لیے بالکل تیار نہ تھا وہ تو بس حق دق کھڑا رہ گیا اور اریشہ بے خودی میں اس کے سینے سے چمٹی روئے جا رہی تھی‘ اس نے دھیرے سے اس کی پشت کو تھپکا۔

"ٹیک اٹ ایزی اریشہ! دیکھو سب ٹھیک ہے‘ میں آ گیا ہوں ناں‘ پلیز اریشہ کنٹرول یور سیلف"۔ وہ دھیرے دھیرے اسے تسلی دے رہا تھا‘ مگر وہ جو خود کو بمشکل سنبھالے ہوئے تھی اس کو دیکھ کر ساری ہمت ہار گئی اور بکھر گئی‘ ابھی وہ اسے خود سے الگ کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس کی بانہوں میں بے ہوش ہو کر جھول گئی‘ اس نئی افتاد نے اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیے۔ ارسلان نے آہستگی سے اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر لٹایا اور اسے ہوش میں لانے کے جتن کرنے لگا‘ پھر ڈاکٹر حسن کو کال دی۔ ڈاکٹر حسن پندرہ منٹ میں پہنچ گئے‘ کچھ دیر اس کا چیک اپ کیا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ارسلان! یہ خوف کے باعث بے ہوش ہو گئی ہیں‘ میں نے سکون کا انجکشن لگا دیا ہے‘ کچھ دیر بعد ہوش میں آ جائیں گی"۔ حسن نے ارسلان کو تسلی دی‘ حسن اُن کے فیملی ڈاکٹر بھی تھا اور ارسلان کا دوست بھی تھا‘ اس کے جانے کے بعد وہ وہیں صوفے پر بیٹھ کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا‘ وہ بے خیالی میں اسے دیکھے جا رہا تھا جو سوتے میں بہت معصوم اور خوبصورت لگ رہی تھی‘ کچھ دیر کے بعد وہ نیند میں کسمسائی تو وہ چونک اٹھا اور جلدی سے اس کے قریب چلا آیا۔

"اب کیسا فیل کر رہی ہو؟" اس نے نرمی سے قریب آ کر پوچھا‘ اریشہ کے سارے حواس انہیں اتنا قریب دیکھ کر یکدم بیدار ہو گئے‘ وہ جلدی سے اٹھنے لگی مگر سر چکرا کر رہ گیا۔

"اوں..... ہوں..... لیٹی رہو‘ ابھی تمہاری طبیعت پوری طرح سنبھلی نہیں‘ میں دودھ لے کر آتا ہوں‘ پی کر سو جانا"۔ ارسلان نے جاتے جاتے کہا اور اریشہ پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے‘ اسے لگ رہا تھا کہ وہ کوئی حسین خواب دیکھ رہی ہے جو آنکھ کھلتے پر ٹوٹ جائے گا۔ تھوڑی

دیر بعد ارسلان دودھ کے ساتھ چند بسکٹ لے آیا۔

"اسے کھا کر آرام سے سو جائیں' گھبرانے کی ضرورت نہیں' میں اپنے کمرے میں ہوں"۔ ارسلان نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور اسے تسلی دیتے ہوئے کمرے سے چلے گئے اور اریشہ تو اُن کے رویے سے حیرت کا شکار ہوتی رہی۔

☆.........

"مما! ہماری ٹیچر کہہ رہی تھیں کہ کل سے رمضان شروع ہو جائے گا' سب مسلمان روزے رکھیں گے"۔ افنان نے اپنی معلومات سے آگاہ کیا۔

"ہاں بیٹا! آپ کی ٹیچر بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں' ہم سب مسلمان روزے رکھیں گے انشاء اللہ"۔ اریشہ نے اس کی تائید کی۔

"مما! میں بھی روزہ رکھوں گا"۔ افنان نے کہا۔

"اور میں بھی مما!" عالیان کیوں پیچھے رہتا' اریشہ مسکرا دی۔

"اوکے' چلو اب کھانا جلدی ختم کرو"۔ وہ دونوں کو نوالے بنا بنا کر کھلا رہی تھی' ارسلان بظاہر تو کھانے میں مگن تھا مگر دھیان اُن تینوں کی طرف تھا۔

"افنان اور عالیان اریشہ کے آنے سے کتنے خوش ہیں"۔ ارسلان نے ان کے خوش باش چہروں پر نظر ڈالی تو مطمئن ہو گیا۔

"مما! آپ مجھے سحری کو اٹھائیں گی نا؟" افنان نے پھر کہا۔

"ہاں بیٹا! میں آپ کو سحری میں ضرور اٹھاؤں گی' بھئی میرا بیٹا روزہ جو رکھے گا"۔

"مما! میں بھی سحری کروں گا"۔ عالیان نے پھر مداخلت کی۔

"اوکے جانو! آپ بھی سحری ضرور کرنا!" اریشہ نے پیار سے اس کی ناک دبائی اور نوالا اس کے منہ میں ڈال دیا۔

"بس مما! میں اور نہیں کھاؤں گا"۔ افنان نے مزید کھانے سے انکار کر دیا۔

"اور میں بھی"۔ عالیان نے بھی جھٹ کہا۔

"چلو ٹھیک ہے اب یہ دودھ جلدی سے ختم کرو"۔ اریشہ نے دونوں کی طرف دودھ کا گلاس بڑھایا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا مما!" دونوں کو دودھ سے چڑ تھی اب بھی افنان نے دودھ دیکھ کر منہ بنا لیا۔

"ٹھیک ہے پھر آپ کو سحری میں روزہ رکھنے کے لئے نہیں اٹھاؤں گی"۔ اریشہ نے گلاس اس کے ہاتھ سے لے لیا' عالیان نے جھٹ گلاس منہ سے لگا لیا' ارسلان نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔

"اوکے دے دیں' میں بھی پی لیتا ہوں"۔ افنان بھی مارے باندھے راضی ہو گیا اور اریشہ نے جھٹ گلاس اس کے لبوں سے لگا دیا' ارسلان اس کی صلاحیتوں کا قائل ہو گیا' وہ واقعی بچوں کے لئے سگی ماں سے بڑھ کر ثابت ہو رہی تھی۔

☆.........

رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہو گیا تھا' وہ بڑی باقاعدگی سے روزے رکھ رہی تھی' ساتھ میں قرآن پاک کی تلاوت بھی خوب کرتی' شام کو افطاری کی تیاری بھی خوب کرتی' ارسلان افطاری کے لئے گھر آ جاتا' اب تو اسے گھر اچھا لگنے لگا تھا' دونوں بچے بھی بہت خوش تھے اپنے تئیں تو وہ بھی روزے رکھ رہے تھے' یہ اور بات کہ اریشہ انہیں بہلا پھسلا کر دن میں کئی مرتبہ کچھ نہ کچھ کھلا دیتی۔ بچوں کی کھلکھلاہٹیں اور اریشہ کی مسکراہٹوں نے گھر کو ایک بار پھر گھر بنا دیا تھا' ارسلان کو اب گھر جانے کی جلدی ہوتی' ایک عجیب سا سکون محسوس ہونے لگا تھا' ورنہ مائرہ کے بعد تو اس کو گھر کاٹنے کو دوڑتا تھا' شاید اریشہ کی خاموش محبت اس کا دل جیت رہی تھی' مگر ابھی اقرار کا موسم نہیں آیا تھا یا وہ ہی دل کے تقاضوں سے منہ موڑے ہوئے تھا۔

☆.........

اریشہ نے سحری تیار کر لی تھی اور اب ارسلان کا انتظار کر رہی تھی' دونوں سحری اکٹھے کرتے تھے اور سحری اریشہ خود بناتی تھی' بخشو بابا کو اس نے یہ تکلیف دینا گوارا نہیں کی' سحری کا وقت نکلا جا رہا تھا اور ارسلان کا ابھی تک کچھ پتا نہ تھا' روزانہ تو وہ وقت سے پہلے اُٹھ جاتا تھا' آخر جب سحری میں آدھا گھنٹہ رہ گیا تو اریشہ خود اسے بلانے چلی گئی' اس نے دروازے پر دستک دی مگر جواب ندارد' اس نے دو تین بار دستک دی مگر جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے دھڑ سے دروازہ کھول دیا' دوسری طرف ارسلان دروازہ کھولنے آ رہا تھا وہ جو تیزی سے اندر آئی تھی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور ان سے ٹکرا گئی' اگر وہ بروقت ہاتھ بڑھا کر اسے تھام نہ لیتا تو وہ زمین بوس ہو چکی ہوتی' وہ اس پچویشن پر حواس باختہ سی ہو گئی' کچھ دیر تو وہ اس کے بازوؤں کے حلقے میں کھڑی رہی' ارسلان بھی چند لمحے کے لئے بت بنا کھڑا رہ گیا پھر اریشہ کو ہی اپنی پوزیشن کا خیال آیا اور وہ تیر کی طرح اس کے بازوؤں سے نکلی ارسلان بھی ہوش میں آ گیا۔

"وہ مم...... میں...... آپ کو سحری کے لئے بلانے آئی تھی' وقت بہت کم رہ گیا تھا نا"۔ وہ انگلیاں مروڑتی جھکے سر کے ساتھ وضاحت پیش کرتی ارسلان نقوی کے دل کو چھو گئی' وہ دلچسپی سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھتا رہا مگر جب وقت کا احساس ہوا تو تیزی سے باہر نکلا۔ اریشہ جھینپی جھینپی بیٹھی سحری کر رہی تھی' اب تو نوالے اس کے حلق سے اتر بھی نہیں رہے تھے' سوچ سوچ کر شرم آ رہی تھی' ارسلان بھی دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھ کر رہ جاتا تاہم خود کو مکمل طور پر لاتعلق پوز کر رکھا تھا۔

☆.........

رمضان کا مہینہ اپنی برکتوں اور رحمتوں سے نوازتا بڑی تیزی سے گزر رہا تھا' عید میں بہت کم دن رہ گئے تھے اور ابھی تک بچوں کے لئے شاپنگ بھی نہیں کی تھی' افطاری کے بعد ارسلان کچھ دیر تک اسٹڈی روم میں بیٹھ کر بکس پڑھتے تھے' اریشہ نے برتن وغیرہ سمیٹنے کے بعد ان کی اسٹڈی کا رُخ کیا۔

دروازہ ہلکا سا ناک کرنے کے بعد وہ دھیرے سے اندر داخل ہو گئی' ارسلان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا کیونکہ اریشہ اس کی موجودگی میں کبھی اسٹڈی روم میں نہیں آتی تھی۔

"وہ عید میں بہت کم دن رہ گئے ہیں اور آپ نے بچوں کے لئے کپڑے جوتے وغیرہ ــــ نہیں لیے اگر آپ ٹائم نکال کر ان کے لئے شاپنگ کر لیں تو......" اس نے جھکے ہوئے سر کے ساتھ دھیرے سے کہا۔

"ہوں...... ٹھیک ہے میرا خیال ہے ابھی چلتے ہیں' آپ بچوں کو تیار کر لیں"۔ ارسلان نے فوراً بک بند کی اور کھڑا ہو گیا' اریشہ بھی باہر نکلی اور جلد از جلد بچوں کو یہ خوشخبری سنائی' بچوں نے سنا تو بڑے خوش ہوئے اور جلدی جلدی تیار ہونے لگے اور پھر 15 منٹ بعد یہ مختصر سا قافلہ بازار کی جانب رواں دواں تھا۔

عید کی آمد کی وجہ سے طارق روڈ پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی' ارسلان نے مناسب جگہ دیکھ کر گاڑی پارک کی اور تینوں کو لے کر مارکیٹ کی طرف چل دیا۔ افنان اور عالیان جس چیز پر ہاتھ رکھتے ارسلان فوراً خرید لیتا' دونوں نے اپنے لئے ڈھیروں چیزیں خریدیں' ارسلان نے نوٹ کیا کہ اریشہ کچھ بجھی بجھی سی تھی' اس نے خود کے لئے کچھ بھی نہیں لیا تھا' ارسلان نے اپنے لئے بھی شاپنگ کی اور ان سب کی نظر بچا کر دو بہت خوبصورت سوٹ اریشہ کے لئے بھی پیک کروا لیے' اریشہ بچوں کی خوشی میں خوش ہو رہی تھی' مگر دل اندر سے بہت اُداس ہو رہا تھا کہ "کیا تھا اگر ارسلان اس سے بھی کہہ دیتا کہ تم بھی اپنے لیے کچھ پسند کر لو مگر نہ جی وہ بھلا کیوں کہتے' کون سا میں ان کے دل میں رہتی ہوں' جو وہ میرے لیے بھی کچھ لے لیتے"۔ اس کا دل بہت بُرا ہو رہا تھا۔

"مما! آپ نے اپنے لیے تو ابھی تک کچھ بھی نہیں لیا"۔ افنان کو ہی اس کا خیال آیا کہ وہ اپنے لئے تو کچھ لے نہیں رہی۔

"ہوں...... نہیں رہنے دو' میرے پاس تو بہت

سارے سوٹ نئے پڑے ہیں اور پھر عید تو بچوں کی ہوتی ہے"۔ اس نے بجھے دل سے کہا تو ارسلان مسکرا دیا۔

"سارے گلے شکوے بھلا دوں گا میری جان! بس اک ذرا انتظار"۔ اس نے دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کاش...... افنان! تمہاری طرح تمہارے پاپا کو بھی میرا خیال رہتا' مگر ہائے رے قسمت' خیر نہیں تو نہ سہی میں کون سا مری جا رہی ہوں ان کی دی ہوئی چیزوں کے لیے"۔ اس نے خود سے کہا مگر دل اس کی اس نادانی پر بُری طرح ہنس پڑا۔ کافی کچھ خریدنے کے بعد انہوں نے واپسی کا قصد کیا' راستے میں بچوں نے آئس کریم کی فرمائش کی تو ارسلان نے سب کو آئس کریم بار سے آئس کریم کھلائی اور یوں سب ہنستے مسکراتے رات گئے واپس لوٹے۔

☆

ارسلان بستر پر لیٹا اریشہ کے بارے میں سوچ رہا تھا اور تصور میں اس سے مخاطب تھا۔

"سوری یار! آج تم بہت ہرٹ ہوئی ہو گی' مگر فکر مت کرو میں انشاء اللہ بہت جلد تمہیں منا لوں گا' مگر میں تمہیں بہت خاص دن منانا چاہتا ہوں اور وہ خاص دن بہت جلد آنے والا ہے' میں تمہاری ساری شکایتیں' سارے گلے شکوے دور کر دوں گا"۔ وہ اسے دل میں مخاطب کیے ہوئے تھا اور ساتھ دھیمے دھیمے مسکرا بھی رہا تھا' کچھ دیر وہ یونہی لیٹا رہا اور پھر اٹھا اور مائرہ کی تصویر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"سوری مائرہ! میں تم سے بے وفائی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا' میں سمجھتا تھا کہ میں ساری عمر تمہاری یاد کے سہارے جی لوں گا اور میں ایسا کر بھی لیتا' اگر تم اپنی نشانیاں میرے پاس چھوڑ کر نہ جاتیں' ان معصوموں کو تمہارے بعد سنبھالنے والا کوئی نہ تھا اور اریشہ نے جس طرح بے لوث ہو کر باوجود میری بے رخی کے ان کو پیار سے سمیٹا ہے' تو میں دل سے قائل ہو گیا ہوں اور اپنے رویوں پر شدید ندامت محسوس کر رہا ہوں"۔ وہ تصویر سے مخاطب تھا اور آہستہ آہستہ اپنے دل کی تہیں کھول رہا تھا۔

"میں آج بھی تم سے بہت پیار کرتا ہوں مائرہ ڈیئر! مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم میرا گزرا ہوا کل تھیں اور اریشہ میرا آج ہے اور میں حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اپنے آج کو تھام لینا چاہتا ہوں' قبل اس کے کہ مجھے پچھتانا پڑے' میں آگے بڑھ کر اس عظیم لڑکی کا ہاتھ تھام لینا چاہتا ہوں' شاید میں تنہا چلتے چلتے تھک گیا ہوں' مجھے اور میرے بچوں کو اریشہ کی ضرورت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ لڑکی جو خوشیوں کے لیے ترسی ہوئی ہے' میں اس کے دامن کو مزید خالی نہیں رکھنا چاہتا' میں اسے اپنی محبت کا مان اور اعتبار دینا چاہتا ہوں' آئی ایم سوری مائرہ مگر شاید یہی دانش مندی ہے"۔ اس نے دھیرے سے اپنے لب تصویر پر رکھ دیے اور دو آنسو ٹوٹ کر تصویر پر گر پڑے' پھر اس نے نہایت احتیاط سے تصویر کو اپنی دراز میں رکھ کر لاک کر دیا اور خود بستر پر دراز ہو گیا۔

☆

"مائرہ! تم کتنی خوش نصیب ہو جو نہ ہوتے ہوئے بھی ہر جگہ موجود ہو اور میں کتنی بدنصیب ہوں جو منظر پر ہوتے ہوئے بھی اوجھل ہوں' یہ سب قسمت کے کھیل ہیں' کچھ لوگ زندہ ہوتے ہوئے بھی پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور کچھ لوگ مر کر بھی دلوں میں زندہ رہتے ہیں' جیسے تم مائرہ' ہاں تم مر کر بھی ارسلان کے دل میں زندہ ہو اور میں سامنے ہوتے ہوئے بھی ان کی نظروں سے اوجھل ہوں' میں شاید کبھی بھی ان کے دل تک رسائی نہیں پا سکوں گی۔ اے خدا! اگر ارسلان نقوی کے دل میں میری محبت نہیں ڈالنی تھی تو مجھے کیوں اسیر محبت کیا' کیوں میرے دل کے دروازے اس کے لیے کھولے' مجھے خبر بھی نہ ہوئی اور وہ چور پور میرے دل کے ہر ایوان میں داخل ہوتا چلا گیا۔ اے اللہ! تو بہت غفور و رحیم ہے' تو اپنے بندوں کی سنتا ہے' اے میرے مولا تو میرے شوہر کا دل میری طرف موڑ دے' میں جو بوند بوند کو ترسی ہوں مجھے سیراب کر دے' میرا وجود

جو کڑی دھوپ میں جلتا رہا ہے اسے محبت کی گھنی چھاؤں دے دے میرے مولا"۔ اریشہ اپنے رب سے مناجات میں مصروف تھی اور وہ رب تو اپنے بندے سے ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے' پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ بندہ اس کے فضل کا طلبگار ہو اور وہ رحیم و کریم ذات اپنے بندے کو مایوس کر دے۔

☆

آج انتیسواں روزہ تھا' گمان تھا کہ شاید آج چاند نکل آئے گا اور کل عید ہو گی' بچے بہت ایکسائیٹڈ ہو رہے تھے۔

"پاپا! آج چاند نکل آئے گا نا"۔ افنان نے ارسلان سے تصدیق چاہی۔

"اُمید تو ہے بیٹا! چلو چھت پر چل کر دیکھتے ہیں"۔ ارسلان نے بچوں کا جوش و خروش دیکھا تو انہیں لیے ہوئے چھت پر چلا آیا۔

"ایک منٹ پاپا! مما کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں' کیا پتا اُن کو چاند نظر آ جائے"۔ افنان نے اریشہ کو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

"ہاں بھئی' تم ٹھیک کہتے ہو' عورتوں کی نظر ویسے بھی تیز ہوتی ہے"۔ ارسلان نے شرارتی انداز میں کہا اور چھت پر چلا گیا' اریشہ بھی حیرت زدہ تھی بھلا اس خشک سرد بندے کا یہ مزاج کب دیکھا تھا' وہ افنان کے ساتھ اوپر چلی آئی۔

"مما! آپ بھی دیکھیں نا؟" افنان نے اس کی لاتعلقی پر اسے متوجہ کیا۔

"دیکھ تو رہی ہوں بیٹا!" اریشہ کو ارسلان کے سامنے جھجک محسوس ہوئی جس پر آج کل کچھ زیادہ ہی شوخی سوار تھی۔

"اُفوہ...... پاپا! آپ نے ابھی تک چاند نہیں دیکھا"۔ عالیان سخت جھنجلایا ہوا لگ رہا تھا۔

"کیا کریں بیٹا! اب چاند نکل نہیں رہا اور بدلیوں میں چھپ گیا ہے تو پاپا بیچارے کیا کریں"۔ ارسلان نے شرارت بھری نظر اریشہ پر ڈالی' جس کا چہرہ واقعی اس کے سیاہ گھنے بالوں میں چھپا ہوا تھا' جو اس نے نہانے کے بعد کھلے چھوڑ رکھے تھے' اریشہ نے سٹپٹا کر چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔

"یہ آج ان کو کیا ہو رہا ہے' لگتا ہے روزوں کی وجہ سے دماغ کام نہیں کر رہا"۔ ارسلان کو کافی کوشش کے بعد بھی چاند دکھائی نہ دیا تو عالیان بُری طرح چڑ گیا۔ دوسری طرف افنان بھی اریشہ کی ناکامی پر سخت بیزار تھا۔

"رہنے دیں مما! چلتے ہیں' چاند نے نکلنا نہیں ہے"۔ افنان اُکتا گیا۔

یکدم اریشہ چلائی۔ "وہ رہا چاند دیکھو افی!" اس نے افنان کو تقریباً اوپر اٹھا کر چاند دکھایا' باریک سا چاند جو افنان نے بڑی مشکل سے دیکھا۔

"ہُرے...... میں اور مما جیت گئے"۔ افنان خوش ہو رہا تھا اور عالیان کا منہ اپنی ناکامی پر لٹکا ہوا تھا۔

"مبارک ہو تم لوگ واقعی جیت گئے"۔ ارسلان کے انداز میں معنی خیزی تھی جو اریشہ کو بوکھلائے دے رہی تھی۔

"چاند رات مبارک ہو"۔ اس نے دھیرے سے کہا اور اریشہ نے بھی اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے جواباً مبارک باد دی۔

"چلو بچو چاند نکلنے کی خوشی میں آج ہم آپ کو گھمانے لے چلیں"۔ ارسلان کے کہنے کی دیر تھی' بچے خوشی خوشی تیار ہونے چل دیے۔ منٹوں میں سب تیار ہو کر گاڑی میں جا بیٹھے' ارسلان تینوں کو لمبی ڈرائیو پر لے گیا' لوگ بڑی تعداد میں گھروں سے نکل پڑے تھے' سڑک پر ٹریفک کا رش تھا' پورا کراچی چاند رات کی خوشی منانے سڑکوں پر نکل آیا تھا۔ بچوں نے کھلونے خریدنے کی فرمائش کی تو ارسلان نے گاڑی ایک ٹوائے شاپ پر روک دی' شاپ کے اطراف دکانداروں نے عید کے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے مہندی اور چوڑیوں کے اسٹال لگا رکھے تھے' لڑکیاں جوق در جوق ان اسٹال پر کھڑی تھیں' ہر کوئی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی' اریشہ ان لوگوں کو

حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"کاش...... ارسلان! آج آپ بھی مجھ سے میری فرمائش پوچھتے تو میں آپ کو بتاتی کہ مجھے رنگ برنگی کانچ کی چوڑیاں بہت پسند ہیں"۔ اسے چوڑیوں کی طرف شوق سے دیکھتے ہوئے دیکھ کر ارسلان نے کئی رنگوں کی چوڑیاں چھابے سے پیک کروالیں' بچوں نے اپنی پسند کے چند کھلونے لیے اور یوں انہوں نے واپسی کی راہ لی۔

☆

ارشہ نے عید کی صبح دونوں بچوں کو جگایا' انہیں ناشتہ کروانے کے بعد تیار کیا' دونوں نے عیدگاہ جانے کے لیے سفید شلوار قمیض سلوائے تھے' اس نے دونوں کو تیار کیا' دونوں بہت پیارے لگ رہے تھے' اس نے بے ساختہ دونوں کو گالوں پر پیار کیا' دونوں تیار ہو کر ارسلان کا انتظار کرنے لگے جو عید کی نماز کے لئے تیار ہو رہے تھے۔

"ارے واہ...... یہ شہزادے کہاں سے راستہ بھول کر آ گئے"۔ انہوں نے دونوں کو گلے لگایا اور دونوں کو پیار کیا۔

"ماشاء اللہ! آج تو تم لوگ واقعی شہزادے لگ رہے ہو"۔ ارسلان نے دونوں کو ستائشی نظروں سے دیکھا۔

"جلدی کریں پاپا! دیر ہو رہی ہے"۔ ارسلان کو بھی وقت کا احساس ہوا' وہ دونوں کی انگلی تھام کر عیدگاہ کی جانب چل پڑا۔

عید کی نماز پڑھ کر وہ تینوں واپس آئے تو ارشہ بھی تیار ہو چکی تھی' اس نے دل کے نہ چاہنے کے باوجود تھوڑا بہت اہتمام کیا تھا کہ یہ تہوار تو اللہ کا انعام ہے اور وہ خدا کی ناشکری نہیں کرنا چاہتی تھی۔ رائل بلیو سوٹ پر ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے میک اپ سے بے نیاز سادہ سے روپ میں بھی وہ خاص لگ رہی تھی' ارسلان اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"عید مبارک مما!" دونوں بچے بھاگتے ہوئے آئے اور اس کے گلے آ لگے۔

"عید مبارک جانو!" اس نے بھی دونوں کو ساتھ لگا کر خوب پیار کیا۔

"عید مبارک......" اس نے دھیرے سے ارسلان کو عید کی مبارکباد دی۔

"آپ کو بھی عید مبارک"۔ ارسلان نے ایک بھرپور نظر اس کے سراپے پر ڈالی۔

"پاپا! جلدی سے ہماری عیدی نکالیں"۔ دونوں بچوں نے اپنی اپنی ہتھیلی اس کے آگے کی اور اس نے مسکراتے ہوئے کئی نوٹ ان کے ہاتھ پر رکھ دیے اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ارشہ نے دیکھا کہ وہ بلیک تھری پیس سوٹ زیب تن کیے خوشبو میں نہایا باہر نکلا' اس کی شاندار پرسنیلٹی آج کچھ اور بھی شاندار لگ رہی تھی' ارشہ نے نظریں چرالیں مبادا اس کی نظر نہ لگ جائے۔

"اوکے بچو! تم لوگ انجوائے کرو میں ذرا اپنے دوستوں سے مل لوں"۔ وہ بچوں کو ہاتھ ہلاتا چلا گیا' ارشہ کے وجود پر بے نام سی اُداسی چھا گئی مگر اس نے بچوں کی خاطر خود کو فریش کیا۔

اس نے بچوں کو ان کی پسند کے کھانے بنا کر کھلائے' ان کے ساتھ لڈو کھیلی' ان کی فرمائش پر ان کے ساتھ بیٹھ کر کارٹون فلم دیکھی حالانکہ اسے کارٹون کبھی بھی پسند نہ تھے مگر بچوں کی وجہ سے کارٹون فلم دیکھی' جب وہ کچن میں چائے بنا رہی تھی ارسلان کی واپسی شام کو ہوئی۔

"ارشہ! بات سنو......" وہ جس کا دھیان چائے بنانے میں لگا ہوا تھا' اس طرح پکارے جانے پر بُری طرح چونکی۔

"جج...... جی...... کیا بات ہے؟"

"رات کو ہم انوائٹ ہیں' تم پلیز اچھی طرح سے تیار ہو جانا' بچوں کو سلا دینا کیونکہ دیر بھی ہو سکتی ہے' بخشو بابا اور بی بی سکینہ ان کے پاس رہ جائیں گے"۔

"کب تک جانا ہے؟" ارشہ نے پوچھا۔

"یہی کوئی 9 بجے تک"۔ ارسلان نے وقت بتایا۔

"آپ کے لئے چائے بناؤں؟" ارشہ کا دھیان پھر چائے کی طرف چلا گیا۔

"نہیں موڈ نہیں' میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں"۔ ارسلان کہتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا' ارشہ نے ایک گہری سانس لے کر چائے کی جانب دیکھا جو اب اُبل رہی تھی۔

ارشہ نے 8 بجے بچوں کو سلایا' وہ سارا دن کے تھکے ہوئے تھے فوراً ہی سو گئے' ارشہ نے وارڈ روب کھولی اور اب کھڑی سوچ رہی تھی کہ کون سا سوٹ پہنے کہ ارسلان کئی پیکٹ ہاتھ میں تھامے چلا آیا۔

"یہ آپ کا ڈریس اور جیولری وغیرہ' پلیز اچھی طرح سے تیار ہویئے گا"۔ ارسلان نے چیزیں بیڈ پر رکھیں اور چلا گیا۔ اس نے اُن کے جانے کے بعد پیکٹ کھولے تو حیران رہ گئی' بہت خوبصورت سوٹ تھا' ریڈ سوٹ جس پر نہایت نفیس بلیک ستاروں سے کام کیا گیا تھا' دوپٹہ بھی ریڈ اینڈ بلیک کمبی نیشن میں تھا' اسے ارسلان کی چوائس کی داد دینی پڑی' ساتھ میں میچنگ چوڑیاں تھیں اور نہایت نازک گولڈ کا سیٹ تھا۔ جب اس نے کپڑے پہن کر خود کو ہلکا پھلکا تیار کیا اور آئینے میں خود کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔

"کیا یہ واقعی میں ہوں؟" اسے یقین نہیں آ رہا تھا' بھلا اس سے پہلے کب وہ اتنی سج دھج سے تیار ہوئی تھی' ڈریس تو لگتا تھا بنایا ہی اس کے لیے گیا تھا' اب اسے باہر جاتے ہوئے شرم آ رہی تھی۔ ارسلان نے دو تین بار بلاوا بھیجا مگر وہ جھجک رہی تھی' چاروناچار باہر نکلی' ارسلان نے اسے دیکھا تو نظر نے پلٹنے سے صاف انکار کر دیا' اس کی محویت نے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیئے' وہ خاصی پزل ہو رہی تھی۔

"چلیں"۔ اس نے ارسلان کو جگایا جو مدہوش سے ہو رہے تھے۔

"او...... ہاں چلیں"۔ ارسلان چونک کر مڑا اور باہر چل پڑا پھر اچانک واپس پلٹا۔

"سوری...... چابی اور موبائل تو کمرے میں بھول آیا ہوں' آپ پلیز جا کر لے آئیں' ٹیبل پر رکھی ہیں"۔

ارشہ سر ہلا کر ان کے کمرے کی طرف چل دی' اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو کمرہ گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا' اندازے سے ٹٹول کر بٹن ڈھونڈا اور لائٹ آن کی' لائٹ آن ہوتے ہی اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے' پورا کمرہ سرخ گلابوں سے سجا ہوا تھا' جابجا سرخ گلابوں کے بوکے اور کلیاں رکھی ہوئی تھیں' ابھی وہ حیرت کے سمندر سے باہر نہ نکلی تھی کہ ارسلان کمرے میں داخل ہوا اور دھیرے سے دروازہ بند کر دیا۔ ارشہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا' آنکھوں میں حیرت اور اُلجھن واضح تھی' ارسلان نے اسے کندھوں سے تھام کر آہستگی سے لاتے ہوئے بیڈ پر بٹھا دیا اور خود اس کے بالکل قریب بیٹھ گیا' ارشہ کسمسا کر رہ گئی۔

"ارشہ! تم اس کایا پلٹ پر حیران ہو رہی ہو گی اور یقیناً تمہیں ہونا بھی چاہئے' ظاہر ہے میں نے تمہیں آج تک بے رُخی اور بے اعتنائی کے سوا کچھ دیا بھی نہیں"۔

ارسلان نے اس کے ٹھنڈے یخ ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہنا شروع کیا' ارشہ کے بدن میں کرنٹ سا دوڑ گیا۔

"دیکھو ارشہ! جب تم میری زندگی میں شامل ہوئی تھیں' تب میں ذہنی طور پر بالکل تیار نہ تھا' اس وقت میں مائرہ کے سحر سے خود کو آزاد نہ کر پا رہا تھا یا شاید ہونا نہیں چاہتا تھا' ان حالات میں تمہاری طرف میرا جھکاؤ ہونا ممکن نہ تھا' میں سمجھتا تھا کہ میں ساری عمر مائرہ کی یاد سے نکل نہ پاؤں گا مگر میں غلط تھا ارشہ......" ارسلان تھوڑی دیر کو چپ ہوا اور پھر کہنا شروع ہوا۔

"میرے بچوں سے تمہاری بے لوث محبت نے مجھے بہت متاثر کیا' میرا دل تمہاری معصوم شخصیت کے سحر میں آہستہ آہستہ جکڑنے لگا' مگر میں اتنی جلدی ہار نہیں ماننا چاہتا تھا' مرد تھا نا اور مرد بڑا انا پرست ہوتا ہے' عورت ذات سے ہارنا برداشت نہیں کرتا"۔ ارشہ سر جھکائے سن رہی تھی' ساتھ ساتھ بے آواز رو رہی تھی۔

"میں چاہتا تھا کہ میرے دل سے مائرہ کی

پر چھائیاں ختم ہوں اور میرا دل کلی طور پر تمہیں اور صرف تمہیں چاہے تب میں تمہاری طرف بڑھوں گا' میں تم سے منافقت نہیں کرنا چاہتا تھا' پھر میں نے تمہیں بہت ہرٹ کیا تھا اس لئے چاہتا تھا کہ اپنی نئی زندگی کی شروعات بہت اہم دن کروں اور آج کے دن سے زیادہ اہم دن کوئی نہیں ہو سکتا تھا"۔ ارسلان نے اس کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ارے یہ کیا بھئی' تم رو رہی ہو' نہیں اریشہ! تم نے جتنا رونا تھا وہ تم رو چکی ہو' آج کے بعد تم صرف مسکراؤ گی انشاء اللہ"۔ اس نے بڑے پیار سے اس کے آنسو پونچھے۔ اریشہ بُری طرح بلش ہو گئی۔

"ویسے یار! تم نے آج میرے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے"۔ ارسلان نے کہا تو اریشہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں نے بھلا کون سی زیادتی کی ہے؟"

"بھئی بچوں سے تم عید بہت اچھے طریقے سے ملیں اور مجھے روکھے پھیکے انداز میں کہہ دیا' عید مبارک"۔ ارسلان کے شرارتی انداز نے اُسے پھر بلش کر دیا۔ ارسلان نے اسے کندھوں سے تھام کر اُٹھایا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے جذب سے کہا۔

"عید کا دن ہے گلے آج تو مل لے ظالم
رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے"

اریشہ کا چہرہ مارے شرم کے سرخ ہو گیا' ارسلان نے ہاتھ بڑھا کر بڑی نرمی سے بہت محبت سے اس کے نازک وجود کو اپنی پناہوں میں لے لیا' اریشہ اس کی قربت میں پگھلی جا رہی تھی' بھلا دعائیں یوں بھی مستجاب ہوتی ہیں' اس کا دل خدا کے حضور شکر گزار تھا جس نے اس کی توقع سے بڑھ کر اسے نوازا تھا۔

"چلیں پلیز! آپ کے دوست انتظار کر رہے ہوں گے' دیر بھی تو بہت ہو گئی ہے"۔ اریشہ نے اس کی وارفتگیوں پر بند باندھنا چاہا' ارسلان ہنس دیا۔

"ارے کون سا دوست' کہاں کا دوست' اتنی رات کو اتنی حسین بیوی پہلو میں ہو تو دوست کے پاس کون کافر جانا چاہے گا"۔ ارسلان پر تو شوخیاں سوار تھیں اور اریشہ بوکھلائے جا رہی تھی۔

"مگر آپ نے تو کہا تھا کہ......"۔ اریشہ جی بھر کر حیران ہوئی۔

"مائی ڈیئر وائف! یہ سب ایک ڈرامہ تھا' آپ کو اپنے بیڈ روم میں رخصت کروانے کے لئے کچھ تو کرنا تھا نا"۔ اریشہ اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے بُری طرح بلش ہو گئی' ارسلان دلچسپی سے اس کے چہرے کے رنگ ملاحظہ کر رہا تھا' پھر اس نے جیب سے ایک ڈبیا نکالی اور اس میں سے دل کی شکل کا لاکٹ نکالا اور اس کے گلے میں پہنا دیا۔

"تمہاری منہ دکھائی کا تحفہ ہے' اگرچہ یہ منہ ہم بہت بار دیکھ چکے ہیں"۔ ارسلان نے پھر شرارت کی۔

"مگر یار! یہ سچ ہے کہ اتنی سج دھج کے ساتھ پہلی بار دیکھ رہے ہیں"۔ اریشہ کو تو سر اُٹھانا محال ہو گیا۔

"یا اللہ یہ خشک مزاج بندہ اتنا رومینٹک بھی ہو سکتا ہے"۔ اس کی شوخیاں اس کے حواس چھینے جا رہی تھیں۔

اریشہ اپنی دھڑکنوں کو سنبھالنے لگی جو آج شور مچائے جا رہی تھیں' ارسلان نے آگے بڑھ کر اسے اپنی پناہوں میں سمیٹ لیا۔

"اریشہ ڈیئر! اب کوئی دوری ہمارے بیچ نہیں آئے گی' ارسلان نقوی کا تم سے وعدہ ہے کہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھوں گا' اور ہاں اگلی چاند رات پر انشاء اللہ اپنے ہاتھ سے چوڑیاں پہناؤں گا وعدہ رہا"۔ ارسلان کی بات نے اُسے بُری طرح شرما کر رکھ دیا۔

ارسلان اس کے آنچل پر وعدوں کے موتی ٹانکتا رہا' اس کی باتوں میں اس کے سارے واہمے' وسوسے' دُکھ درد کہیں دور بہہ گئے اور اس نے پرسکون ہو کر اس کی پناہ میں خود کو محفوظ کر لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆